فکر افزا تحریر

حضرت مولانا مفتی سید احمد سعد صاحب قاسمی / دامت برکاتہم العالیہ
مہتمم ''المعہد العلمی الاِسلامی'' دیوبند

باسمہ تعالی

ہمارے فاضل دوست مولانا ہدایت اللہ قاسمی آسامی کی نئی تالیف **''جدید عربی، عربی حروف میں فرنگی زبان''** سامنے آئی، کتاب کیا آئی جدید عربی کے متوالوں میں ایک دھماکہ ہو گیا، دکھتی رگ پر انگلی رکھنے سے جو ہوتا ہے وہی ہوا، حالانکہ علمِ فقہ کو مستثنیٰ کرکے کسی بھی علم وفن میں تقلیدِ جامد مطلوب ومقصود وجوب کی حد تک نہیں ہے۔ اگر خدائے بخشندہ کی بخشی ہوئی کسبی اور وہبی صلاحیتیں کسی کے اندر ہوں تو اسلام کی چودہ صدیاں گواہ ہیں کہ اجماعی مسائل کو چھوڑ کر ہر کلی وجزئی پر خامہ فرسائی کی گئی، نقد وانتقاد میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی، حدیث کی تشریح میں اسمائے رجال ہوں یا متون، سب کی تحقیق پر بے لاگ لپیٹ اپنی اپنی آرا سپردِ قلم وقرطاس کرکے علمائے امت نے دفتر کے دفتر تیار کیے ہیں چہ جائے کہ دیگر معاون علوم وفنون جو محض عقل واجتہاد کا کرشمہ ہیں۔

مؤلفِ کتاب نے شروع میں ایک جاندار چشم کشا مقدمہ تحریر کیا ہے جو معلومات افزا اور ان کے گہرے مطالعہ کی خبر دیتا ہے۔ ناقدین کے علم میں رہے کہ موصوف نے طویل مدت تک اس موضوع پر گہری بصیرت پیدا کی ہے اور اس موضوع پر سو سے زائد کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے جیسا کہ کتاب کے ورق ورق سے ظاہر ہے کہ مؤلف کی باتیں ''ایجادِ بندہ'' کے قبیل سے نہیں ہیں۔ عرب دنیا کے حساس اصحابِ قلم نے ہمیشہ فرنگی تعبیرات در آنے پر اپنا اختلاف درج کرایا، اپنی کڑھن چبھن کو منصۂ شہود پر لاتے رہے، مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کن سنتا ہے؟

اصل میں یہ بات ملحوظ رہے کہ دشمنانِ اسلام نے اسلام دشمنی میں کسی بھی زاویے سے کوئی کسر نہیں

چھوڑی، پھر دینِ اسلام کا اصل ماخذ و منبع کلام الٰہی احادیث نبویہ ہیں اس لیے دین میں تشکیک کے لیے زبان کو نشانہ بنانا ضروری ٹھہرا، چنانچہ تیرھویں صدی کے نصف سے ایک سے ڈیڑھ صدی کا عرصہ ایسے ہی ملاحدہ اور زنادقہ کو مصر جیسے عظیم اسلامی مرکز میں ملا جس میں ہر طرح انہوں نے دشمنی نکالی؛ کیونکہ حکومت میں بھی وہ دخیل رہے اس لیے سازش آسانی سے کامیاب ہوگئی، یہ ٹولہ مستشرقین کا پروردہ تھا، انہی کا گرویدہ اور دلدادہ تھا، پھر مقدر سے عرب دنیا میں جب جامعات کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا تو انھیں ماسخینِ لغتِ عربی کے تلامذہ وہاں کثیر تعداد میں آدھمکے، نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ علم کے ذریعہ یہ مسخ شدہ زبان نہ صرف یہ کہ عام ہوگئی؛ بلکہ اس کو سندِ صواب مل گئی اور وہ ترقی کی ضامن ہوگئی پھر نسل در نسل اسی طرز و انداز کی اس حد تک خوگر ہوئی کہ فصیح و بلیغ زبان واسلوب سے ان کے کان ناآشنا ہوگئے، اگر ان سے فصیح زبان میں بولو تو وہ کبھی استعجاب سے، کبھی احتقار سے ہنستے ہیں اور زبانِ حال سے متکلّم کی نادانی پر مرثیہ خواں ہوتے ہیں۔

ایک تو زبان کا تغیر ہے جیسے ''اردو'' زبان کے تکلم میں اترپردیش کے مغرب و مشرق میں کافی فرق ہے مگر اصل جملہ مکمل اور مادۂ اشتقاق باقی رہتا ہے، ایسے ہی جنوب اور دکن کی اردو میں لہجہ اور اسلوب کا فرق ہوتا ہے، دوسرے زبان کا مسخ اور تبدیل ہونا ہے، یہ نہایت خطرناک اور زبان پر ظلم ہے، یہی ظلم اس مقدس زبان پر منظم منصوبہ کے تحت کیا گیا جس کا پردہ موصوف مولانا ھدایت اللہ صاحب نے تاریخ کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے فاش کیا ہے اور تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

پھر عربی زبان جو دینِ اسلام کی بنیاد ہے اس کا ضرر بنیاد کو نقصان پہونچائے گا، اسی حساسیت کی وجہ سے عرب دنیا کے ماہرینِ زبان اس منصوبہ بند اضرار وافساد سے غافل نہیں ہوئے، ہمیشہ انھوں نے اس منکر پر نکیر کی ہے جیسا کہ مولف موصوف کے حوالوں سے ظاہر ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم دست کتاب جدید ادبِ عربی کے حوالے سے ایک دستاویز ہے، زبان وادب کے کسی بھی شائق کے لیے اس کا مطالعہ لازم ہے؛ تاکہ وہ بھٹکنے سے بچے اور ہر چمکتی چیز کو سونا نہ سمجھے اور ہر رائج الوقت تعبیر پر ''صُمًّا وعُمیَانًا'' نہ گر پڑے۔

اس کتاب سے اہلِ عربی ادب کے ایک طبقہ کو ٹھیس پہونچی، مولف کے اس نقد کو (جو کہا جاسکتا ہے کہ جارحانہ نقد ہے، شاید اس کی ضرورت بھی تھی) حد سے تجاوز سمجھا گیا، جو نقد و تبصرہ تحریر ہوا ''ازالۂ شبہات''

کے نام سے انھوں نے اس کا جواب بھی دیا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ معترضین نے کتاب کے مرکزی موضوع اور بنیادی دعوے کو نظر انداز کر دیا ہے، جبکہ اس سے فرار کا کوئی مطلب ہے، نہ جواز ۔ ـــ اگر "خُذْ مَا صَفَا ودَعْ مَا كَدِرَ" کا نظریہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔

ایک ہزار مثالوں سے اور کثیر حوالوں سے فاضل مولف نے کتاب کو مدلل ومبرھن کیا ہے، نوباب قائم کیے ہیں، موضوع پر بسیط و عمیق مطالعہ کی روشنی میں کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا۔ ان سارے ابواب کے تحقیقی مندرجات کو چھوڑ کر صِرف ایک باب کو اور چند فقروں کو بنیاد بنا کر پوری بنیاد کو سپوتاژ کر دینا انصاف سے بعید عمل ہے۔

جس بات پر اشکال ہوا ہے اور دل کے آبگینوں کو ٹھیس پہونچی ہے وہ اس وادی کے دو عظیم تر خدمت گذار اور ان کی بزم چراغاں کے گوہر آبدار پر نام زد جو چوٹ گسی ہے اس کا اسلوب وانداز میں استخفاف سطحیت ہوگئی ہے (اب مولف کو خود اس کا احساس ہے اور اگلے مطبوعہ میں تبدیلی کا فیصلہ کرلیا ہے) مثلاً استاذنا الشیخ العلام وحید الزماں کیرانویؒ جن کا بلند کردار نام ادب عربی کے لیے لاز ملزوم ہے، وہ زمانہ کہ جس میں عربی زبان (جدید وقدیم کے تصور سے قطع نظر) تکلم وانشاء عیب کے درجے میں تھا، درس نظامی کی درسگاہیں بانجھ تھیں حضرت الاستاذ کی شب وروز برسوں کی کوہ کنی سے ایسے رجال تیار ہوئے جن کو لغتِ رسولؐ میں نطق و گویائی کی صلاحیت عطاء ہوئی، قلم وزبان سے مافی الضمیر کی ادائیگی پر بھرپور قدرت حاصل ہوئی، یہ عیب بڑی حد تک ان مدارس سے دور ہوا (عام طلبہ واساتذہ کے حالات یہی تھے، معدودے چند خاص ماہرین کی بات الگ ہے) بہر حال یہ مدارس ہمیشہ حضرت مولانا کے زیر بار احسان رہیں گے، انہی کا روشن کیا ہوا دیا ہے جس سے چراغ روشن ہو رہے ہیں۔

مولف نے ان کی عظمت واعتراف کے وقیع جذبات کے ساتھ جو فرنگی تعبیرات غیر شعوری طور پر نہ کہ قصداً ان کی تحریر و قوامیس میں درآئی ہیں ان سے پر زور اختلاف کیا ہے، مگر نمبر شمار کے ساتھ کہنا کہ اتنے صفحے میں اتنی غلطیاں ہیں طنز و تعلّی کا انداز ہے جو غلط ہے۔ (فاضل مولف نے اس کو بھی اگلی طباعت میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے)۔

رہی اول الذکر شخصیت یعنی مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ صاحب کی ذات والاصفات تو اظہر من الشمس ہے، ان کے قلم نے تو ادباء عرب کو سرنگوں کیا ہے، ندوہ کے دیگر فضلاء نے بھی عربی ادب کے حوالے سے عجم کا سربلند کیا ہے، مگر بات یہاں بھی وہی ہے کہ فرنگی سازش اتنی عمیق وسیع تھی کہ ''فتنہ عمیاء'' کی طرح خواہی نہ خواہی سب اس کے شکار ہوئے۔

مگر انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مولف کے اصل درد اور سوز کو، ان کے دلائل وبراہین کو، وحی الٰہی کی زبان کی عظمت ونزاکت کو، عیار دشمنوں کی مکروہ سازشوں کو نگاہِ عدل وانصاف سے دیکھ کر حساس دل سے محسوس کریں، جزوی اختلاف کو جزوی رہنے دیں، اگلی نسل کو مغرب کی اس سازش سے متنبہ کریں۔

امید قوی ہے کہ مولانا ہدایت اللہ قاسمی کی یہ سعی مشکور ومنصور ہوگی، آج نہیں تو کل زبان وادب کے لیے کلید وقندیل ہوگی، مولانا کا قلم بھی بہت رواں دواں فصاحت وبلاغت وجزالت کے ساتھ شستہ وشگفتہ زبان کا حامل ہے، غیر اہلِ زبان کی یہ معیاری اردو نادر چیز ہے۔

والسلام

احمد سعد قاسمی

خادم المعہد العلمی الاسلامی دیوبند

۱۸ر شوال المکرم ۷ ۴۴ ھ